

ہیں منکر عجب کھانے غزائے والے

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصیت نامہ (وصایا شریف) میں بعد وفات فاتحہ کے بارے میں ایک وصیت پر بعض لوگ بہت باتیں کرتے ہیں اور طرح طرح کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ان کا تو دین کھانا پینا ہے، انہیں تو بس حلوے مانڈے کھانے کی باتیں آتی ہیں، موت کے وقت بھی انہیں کھانوں کا ہی خیال ہے وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے کسی ایک جملے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ یہ چیزیں کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے، مجھے کہیں سے لا کر دو، یا یہ کھانے میری وفات کے بعد میری قبر کھول کر اس میں ڈال دینا، یا بعد وفات میری قبر پر رکھ دینا، یا یہ اچھے اچھے کھانے میری وفات کے بعد میرے گھر والوں کے لئے فراہم کرنا۔

جب وصیت نامہ میں ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو ان پڑھے لکھے جاہلوں پر حیرت ہوتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے، لیکن جو تعصب کی بیماری سے اندھا ہو جائے، اس کا علاج مشکل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ!

”فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔“

(مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴)

امام احمد رضا نے اپنے اعزاء سے فقراء کے لئے جن نعمتوں کی تاکید کی، اُن میں دودھ کا برف خانہ ساز (آئس کریم)، مرغ بریانی، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُرد کی پھریری دال مع ادراک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انا رکا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اور فرمایا کہ یہ خوش دلی سے کرنا، مجبور ہو کر نہیں۔

(مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴)

غریب، فقراء کے لئے اچھے کھانوں کا خیال رکھنا کون سا جرم ہے؟ یہ تو غریبوں سے ہمدردی ہے، امام احمد رضا کی یہ بات تو قابلِ تقلید ہے۔

ہاں جہاں صرف اپنے ہی پیٹ کا خیال ہو، مٹھائی، حلوہ، گوشت، میٹھے چاول، فیرینی، گلاب جامن، انناس کا شربت، پھل فروٹ پر جان دی جائے، اور کھانے پینے کی خواہش اس حد تک بڑھی ہو کہ مرتے وقت بھی اپنی خواہش نفس کے لئے ان

چیزوں کی فرمائش کی جائے، تہذیب و اخلاق کی بھی دھجیاں بکھیر دی جائیں اور کھانے کے شوق میں دھماچو کڑی مچا دی جائے، تو ایسا عمل واقعی مضحکہ خیز اور قابل مذمت اور قابل افسوس ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو کھانوں کا شوق نہیں تھا، یہ شوق رکھنے والے کچھ اور لوگ ہیں، آئیے ہم ان کا تعارف کراتے ہیں!

مولوی محمد زکریا کاندھلوی سابق امیر تبلیغی جماعت اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں! ”حضرت (حسین احمد) مدنی قدس سرہ کے صرف کھانے ہی کے مد کی شفقتیں اور واقعات اگر گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ بار بار اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں سبق میں تھا، حضرت نے دروازے پر کسی بچہ کو آواز دے کر فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہہ دو اور کہہ دو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج دو، گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ اباجی کو مدرسہ سے جلدی سے بلا لاؤ، تو حضرت لکار کے فرماتے کہ مجھے اباجی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے، اگر ہو تو بھیج دو ورنہ میں جا رہا ہوں، کئی دفعہ ایسی نوبت آئی کہ میرے آنے تک حضرت کھانا شروع فرما دیتے یا تناول فرما لیتے۔“

(ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خصوصی اشاعت ۱۴۰۳ھ،) (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا) مضمون ”حضرت شیخ کی آپ بیتی“ مضمون نگار مولوی منظور نعمانی (ص ۱۵۵)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

”ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے، فرمایا کیا ہوگا، دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی، دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے، نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے۔“

(مولوی اشرف علی تھانوی، قصص الاکابر لخصص الاصاغر، مطبوعہ

المکتبۃ الاشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، ص ۱۴۲)

” (مولوی اشرف علی تھانوی) نے فرمایا مجھ کو میٹھے چاول دہی کے ساتھ بہت اچھے لگتے ہیں، چونکہ دہی میں قدرے ترشی ہوتی ہے اس لئے شیرینی سے مل کر لذت بڑھ جاتی ہے۔“

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی، حصہ دہم، ملفوظ نمبر ۷۷ مطبوعہ مکتبۃ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر (یوپی، ہندوستان)، ص ۱۴۳)

”مولوی سید طاہر حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ!

۱۹۲۹ء میں امر وہہ میں جمعیتہ العلماء کا اجلاس ہوا وہ آدموں کا موسم تھا، ہمارے یہاں حضرت (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کو دعوت دی گئی، حضرت کے ساتھ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے، گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی، حضرت نے ازراہ خوش طبعی و بے تکلفی براہ راست ہانڈی ہی سے شوربا پینا شروع کر دیا،

یہ دلچسپ منظر دیکھ کر جملہ ہمراہی بشمول حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب
بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔

(ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ
دینیہ دیوبند، ص ۱۲۹)

انگریزوں نے جب مولوی محمود الحسن دیوبندی کو قید کر کے جزیرہ مالٹا بھیجا، تو
وہاں انہوں نے اپنی سہولیات کے لئے انگریزوں کو جو درخواست دی، اُس میں یہ بھی
لکھا کہ

”مجھ کو اور میرے رفقا کو کھانے کی سخت تکلیف ہے ہم گوشت کھانے کے
عادی ہیں جس پر طبی حیثیت سے بھی مداخلت گائی شمار کیا جاتا ہے۔“

(مولوی حسین احمد ٹانڈوی، سفرنامہ شیخ الہند، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ کریم پارک

لاہور، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء، ص ۱۶۴)

مولوی احمد حسین لاہر پوری لکھتے ہیں کہ!

آموں کی فصل میں میں نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی کو لاہر پور آنے کی
دعوت دی..... اسی سفر میں شب کے کھانے میں فیرونی کا صرف ایک چمچہ
چکھ کر طشتری ہٹادی کہ آم تو کھانے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے، حضرت
کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب تھے، ان کے بعد میں اور میرے بعد محمد
امین مرحوم کے استاد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم، مولانا محمد قاسم
صاحب نے فیرونی کی طشتری اپنے سامنے رکھ لی، اتنے میں کچھ حضرت

نے فرمایا وہ ادھر متوجہ ہوئے، مولوی عابد حسین مرحوم نے لپک کر طشتری اٹھالی، مولانا محمد قاسم صاحب ان سے چھیننے کے لئے جھپٹے، حضرت نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا ”جی ہاں تبرک تو فیرنی ہی میں ہے چٹنی رکھی ہوئی ہے اس کو کوئی تبرک نہیں کھاتا۔“

(روز نامہ ”الجمعیۃ“ دہلی، شیخ الاسلام نمبر، خصوصی شمارہ، ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ باغ بانپورہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۷۷)

حاجی بدرالدین (ساکن، انچولی ضلع میرٹھ) بیان کرتے ہیں!

”حضرت (یعنی مولوی حسین احمد ٹانڈوی) فرماتے کہ حاجی صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے، تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں، تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے، پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی، کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دو گے، تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔“

(روز نامہ الجمعیۃ دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۱۸۵)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی

”مٹھائی کے سلسلہ میں حاجی بدرالدین سے کافی مزاح فرماتے تھے اور مختلف دلائل سے وجوب فرماتے، حاجی صاحب کو حضرت کی زبان سے اصرار سننے کا شوق بھی تھا اور مٹھائی کھلانے کا بھی وہ عذر کرتے رہتے اور عدم وجوب کے دلائل دیتے، آخر میں حضرت فرماتے، دیکھئے یہ حضرات پھر زبردستی وصول کریں گے، ادھر مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ، مولانا محمد عثمان صاحب چیئرمین دیوبند و استاذ دارالعلوم، مولوی محمود احمد گل ناظم شعبہ تنظیم دارالعلوم اور دوسرے حضرات اس پر تیار بیٹھے رہتے کہ حضرت ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں، ادھر حضرت کی زبان سے مذکورہ جملہ نکلتا ادھر یہ حضرات حاجی بدرالدین سے بہزار دقت روپیہ برآمد کروا لیتے۔“

”حضرت حکیم اسحاق صاحب کھٹوری، حضرت کے معاصر بھی تھے..... ہر مرتبہ جب ان سے ملاقات ہوتی تو حضرت مٹھائی کا اصرار فرماتے، موصوف انکار فرماتے، آخر حضرت خود ان سے چھین لیتے اور جو کچھ جیب میں سے نکلتا کرایہ کی رقم واپس ہو کر سب کی مٹھائی آجاتی تھی۔“

(روزنامہ الجمعۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء،

ص ۲۳۲)

مولوی سید طاہر حسن لکھتے ہیں!

”(راقم الحروف کے) والد صاحب چونکہ حاجی امداد اللہ صاحب و

حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کی صحبت و خدمت میں عرصہ دراز تک رہے تھے اس لئے حضرت (ٹانڈوی) کو ان سے گہرا تعلق تھا، بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ دیوبند آپ کی خدمت میں حاضر تھے، حضرت نے فرمایا کہ مٹھائی کھلائیے، والد صاحب نے فرمایا مٹھائی تو آپ کھلائیے میں تو آپ کا مہمان ہوں، مگر حضرت نے نہ مانا کچھ دیر تو اصرار کیا لیکن جب اس طرح کام نہ چلا تو حضرت نے والد صاحب کو پچھاڑ کر ان کی جیب سے روپیہ نکال کر مٹھائی منگالی۔

(روزنامہ ”الجمعیۃ“ دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرانوالہ، ص ۲۹۳)

محمد یوسف قریشی لکھتے ہیں کہ!

”گلاب جامن کے نام نے عام مجلسوں میں بارہا (مجھے) میری مجلس ہونے کی عزت بخشی ہے، اس نام کو سن کر جہاں ترش رو ہوا، منہ بگاڑا، بنایا، حضرت والا (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کی ظرافت کو جوش آگیا، گلاب جامن طشت میں لا کر مجلس میں دسترخوان پر رکھی گئی، میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا، حکم ہوا یوسف کہاں گئے یہاں حاضر ہوں، خدام کے ہاتھوں پکڑ پکڑا کر حضرت قدس کے پہلو میں بٹھایا گیا، پھر حضرت نے تبسم فرمایا، چند جملے اپنے خاص انداز میں کہے، مجلس زعفران زار بن گئی، اپنے دست مبارک سے ایک گلاب جامن اٹھائی اور اپنے خاص انداز میں فرمایا لیجئے یہ

حاضر ہے، پھر میری مسرت کا کیا ٹھکانہ، منہ پھیلا دیا اور حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک خاص انداز میں اسے میرے منہ میں ڈال دیا، میں نے منہ میں لیتے ہی ایسا منہ بگاڑا کہ اہل مجلس لوٹ پوٹ ہو گئے، حضرت نے بھی مسکرا دیا اور پھر ہر طرف سے دست درازی شروع ہو گئی، میں باہر جا کر پلٹا کہ اتنے میں ساری پلیٹیں صاف ہو گئیں۔“

(روزنامہ الجمعۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ

گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۳۷۶)

مولوی سید فرید الوحیدی رکن شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ! ”(مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کھانے کے ساتھ بیشتر بڑی رغبت سے شہد استعمال فرمایا کرتے تھے، اچار اور چٹنیوں سے بھی شوق فرماتے تھے، کبھی کسی کھانے کی یا کسی خاص چیز کی فرمائش کرتے۔

”پھلوں میں آم اور خربوزے بے حد مرغوب تھے، بالخصوص آم تو بہت ہی رغبت کھاتے تھے۔“

”آم کی اگر زیادہ قسمیں سامنے ہوتیں تو ہر ایک دانہ میں سے ایک ایک یا دو دو قاشیں ملاحظہ فرماتے تھے، اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کھانے سے زیادہ ہر آم کا حسب و نسب و تاریخ پیدائش و وفات اور ابتدائی جائے پیدائش معلوم کر کے محفوظ ہوتے تھے۔“

”کھانے کے بعد اگر کوئی میٹھی چیز میسر آ جاتی تو رغبت سے نوش فرماتے

ہوئے دیکھا ہے۔“

”مرض وفات میں جب ڈاکٹری معائنہ کے لئے سہارنپور لائے تو موصوف (حاجی احمد حسین لاہرپوری) کی درخواست پر (ان کے گاؤں) بیٹ ایک شب کے لئے رونق افروز ہوئے اور شاید آخری مرتبہ شاہ صاحب کے باغ کے ”رٹول“ آم ملاحظہ فرمائے۔“

(روزنامہ الجمعیت، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء،

ص ۲۳۱)

مرتے وقت پیٹ کا خیال

مولوی رشید الوحیدی لکھتے ہیں!

جس روز حضرت شیخ (حسین احمد ٹانڈوی) کی وفات ہوئی اس کی رات کو (اپنی باری پر) تقریباً ڈھائی بجے خدمت میں حاضر ہوا..... فرمایا پانی لاؤ! جلدی سے پانی پیش کیا، ایک گھونٹ لے کر فرمایا: اچھا رکھ دے، اور سردا کاٹ لے، جب میں کاٹنے لگا تو فرمایا تھوڑا ہی کاٹنا، اتنی دیر میں میں نے طشتری میں چند قتلے پیش کئے، فرمایا تم بھی ساتھ کھاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کھالیں، آخر کار دو قتلے چھوڑ دیئے اور فرمایا کہ لے کھالے، میں نے عرض کیا کہ رکھ دوں پھر کسی وقت کھا لیجئے گا، بہت سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں کھالے! خبردار رکھنا مت، میں نے اسے کھالیا، پھر فرمایا دیکھ ڈبے میں انناس ہو تو شربت لے آ! میں سمجھ نہ سکا اور

بجائے شربت کے قتلے پیش کر دیئے ، فرمایا یہ نہیں بلکہ
شربت!“۔ (ملخصاً)

(ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ
دینیہ، دیوبند (یو۔ پی)، ہس ن، ص ۱۸۰)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

”مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی
محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے کلڑی لاؤ، مولوی محمود الحسن
فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک کلڑی چھوٹی سی ملی
۔“

(مولوی اشرف علی تھانوی، ارواح ثلاثہ، مطبوعہ اسلامی اکادمی ناشر کتب
اردو بازار لاہور، ص ۲۴۶) WWW.NAFSEISLAM.COM

مولوی رشید احمد وحیدی، فیض آبادی لکھتے ہیں!

”کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے
آخری وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا محمد قاسم
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے کلڑی منگائی گئی تھی،
حضرت (ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا، اور
منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ جب مولانا محمد
قاسم صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو

فرمایا کہیں کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا، انہوں نے عرض کیا ضرور مل جائے گا، چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب اور مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا۔
آگے لکھتے ہیں!

”اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے کلکڑی منگوائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا۔“

(روزنامہ الجمعۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرانوالہ
۱۹۸۴ء، ص ۲۱۹)

وصایا مولوی اشرف علی تھانوی
”میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار اُن (یعنی بیوی) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ اُن کو تکلیف نہ ہوگی۔“

(عزیز الحسن، اشرف السوانح، حصہ سوم، مطبوعہ ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز،
۲۶ ریلوے روڈ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۵)

آخری وقت میں کہاں فقراء کے لئے غم گساری کا خیال اور کہاں بیوی کا فکر اور پھل فروٹ کھانے کی خواہش؟ کیا کھانے پینے کے لئے ایسی اکھاڑ پچھاڑ، دھینکا مستی اور چھینا جھپٹی کہیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی ثابت ہے؟

الفن
ماہنامہ

خاص وصی اشاعت

۱۳۰۲ھ
وفات

۱۳۱۵ھ
ولادت

بیت

محمد اکبر

حاجہ اللہ علیہ السلام

شیخ الحدیث حضرت مولانا

میر تقی
خلیفہ الرضا علیہ السلام
محمد بن عبد الوہاب

ملازمین مسئولین
حضرت مولانا
محمد منظور نعمانی

میں جلدی سے تین رکابوں میں سالن لایا اور تین جگہ روٹیاں رکھیں۔
 علامہ ابراہیم مرحوم جو معقول کے امام تھے فرمانے لگے کیا آپ کو ہمارے
 آنے کا پہلے سے علم تھا یا آپ کو کشف ہو گیا تھا؟ میں نے کہا کہ جناب کے
 یہاں بیٹھنے کے بعد یہ گوشت قصاب سے خرید لیا گیا ہے۔ فرمانے لگے یہ بات
 عقل میں نہیں آتی، میں نے کہا ہر بات معقول نہیں ہوتی، کچھ باتیں
 عقول سے بالاتر بھی ہوتی ہیں۔ حضرت مدنی نے علامہ سے فرمایا کہ مناظرہ
 نہ کرو، جلدی سے کھا لو دیر ہو رہی ہے، ان کے یہاں تو یہ قہقہے چلتے ہی
 رہتے ہیں۔ (آگے شیخ فرماتے ہیں) اتنا مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت
 مدنی قدس سرہ کے دروازہ میں مصافحہ کے وقت سے گیا رہویں منٹ
 پر دسترخوان کچھ گیا تھا۔ (آگے شیخ نے فرمایا ہے کہ حضرت مدنی قدس سرہ
 کے صرف کھانے ہی کے مد کی شفقتیں اور واقعات اگر گناؤں تو ان کا
 احاطہ بھی دشوار ہے۔ بار بار اس کی نوبت آتی کہ حضرت تشریف لائے
 اور میں سبق میں تھا، حضرت نے دروازے پر کسی بچہ کو آواز دے کر فرمایا
 کہ حسین احمد کا سلام کہدو اور کہدو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج
 دو گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچوں کی یہ آواز سننے
 کہ اباجی کو مدرسے جلدی سے بلا لاؤ، تو حضرت للکار کے فرماتے کہ مجھے
 اباجی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے، اگر ہو تو بھجوادو ورنہ
 میں جا رہا ہوں، کئی دفعہ اس کی نوبت آئی کہ میرے آنے تک حضرت
 کھانا شروع فرمادیتے یا تناؤں فرمالیتے تھے اور فرماتے کہ آپ کا آپ کے
 گھر والوں نے حرج کیا ہے میں نے نہیں بلوایا۔

حضرت شیخ نے اپنے ساتھ حضرت مدنی قدس سرہ کے قلبی تعلق اور خاص محبت و شفقت
 کے واقعات نقل فرماتے ہوئے ایک یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے
 حضرت قدس سرہ کا معمول گرمی ہو یا سردی اگر شب کو سونے کی نوبت آتی

يُرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

شیخ الاسلام حیرت انگیز واقعات

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات زندگی کا دل آویز مجموعہ جس کا
مطالعہ آپ کو ایمان یقین کی حلاوت اور فقہ و تصوف کی بصیرت عطا کریگا

مراتب :- ابوالحسن بارہ بکوی

ناشر

ملکبندی پبلیشر • دیوبند (یو۔ پی)

کے مالک ہیں، راقم الحروف کے والد جناب نواز احمد صاحب امر وہی سے اسی قسم کے مراسم تھے۔ والد صاحب چونکہ حاجی امداد اللہ صاحب و حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہندی خدمت و صحبت میں عرصہ دراز تک رہے تھے اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے گہرا تعلق تھا۔

۱۹۲۹ء میں امر وہہ میں جمعیتہ علماء کا اجلاس ہوا وہ آمول کا موسم تھا۔ ہمارے یہاں حضرت کو دعوت دی گئی حضرت کے ساتھ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے۔ گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی۔ حضرت نے ازراہ خوش طبعی دبے تکلفی براہ راست ہانڈی ہی سے شور پامینا شروع کر دیا۔ یہ دلچپ منظر دیکھ کر جملہ ہمراہی بشمول حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔ (مولانا سید طاہر حسن ص ۱۸۰)

انتیاز پسند نہ فرمایا

حضرت ایک تقریب میں بچھڑیوں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا اسعد میاں صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میزبان صاحب نے ایک خاص کمرے میں حضرت کے کھانے کا انتظام کیا اور اصرار کیا کہ حضرت وہیں تشریف لے چلیں۔ چونکہ دالان میں اہل تہبہ کھا رہے تھے اس لئے حضرت نے اس انتیازی شان کو قطعاً پسند نہ کیا اور جب زیادہ اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ قضاے حاجت کے لئے بھی انسان نہیں جاتا ہے جہاں سب جاتے ہیں۔ الغرض آپ مجمع میں تشریف لائے اور سب کے ساتھ اسی عام دسترخوان پر کھانا تناول فرمایا۔ (محمد یعقوب صاحب بچھڑیوں)

مخملی قالین پر بیٹھنے سے انکار

کئی سال کی بات ہے کہ حضرت شیخ منہاج تشریف لائے تھے حضرت کے میزبان کی جانب سے اس بات کی اجازت نہ تھی کہ کوئی دوسرے صاحب حضرت کی دعوت (طعام) کریں۔ البتہ چائے کے سلسلے میں ان کی جانب سے عام اجازت تھی چنانچہ میں نے حضرت کو چائے پر مدعو کیا اور آپ نے میری درخواست منظور فرمائی۔ اور آپ نے نماز جمعہ کے بعد کا وقت مقرر فرمایا۔ میں نے حضرت کی نشست کے لئے جازم پر مخملی قالین بچھا دیا۔ وقت مقررہ پر جب حضرت تشریف لائے اور جازم پر مخملی قالین بچھا ہوا دیکھا تو بہت ناراض ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قالین کو اٹھا کر ایک کنارے کر دیا۔ میں نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ

اور مجھے بھی کرایہ دیا کہ میں حضرت کے ہمراہ سفر کروں۔ بہر حال اب حضرت ٹیشن پہنچے اور اپنا ٹکٹ خود خرید لیا میں نے بھی ٹکٹ خرید لیا اور جب گاڑی میں بیٹھ گئے تو میں نے وہ رقم پیش کی جو کانگریسی دوستوں نے دی تھی حضرت نے چونک کر فرمایا کہ: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مصارف سفر ہیں! کانگریسی دوستوں نے پیش کئے ہیں: اول تو اس پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر روپے لئے کیوں؟ پھر جب میں نے بہت اصرار کیا تو سنا دیا کہ دیوبند کے پلاہوں، یہاں تک تیرو روپے کچھ آنے صرف ہوئے ہیں اسی قدر واپسی میں صرف ہوگا۔ بس اتنی ہی رستم رکھ لو اور بقیہ واپس کر دو! اب مہندو دوستوں نے بھی بہت اصرار کیا لیکن کسی کی بات نہیں سنی گئی اور صرف ٹکٹ کے دام لے کر باقی رستم واپس کر دی گئی۔ پھر مجھے دیکھا کہ میں بیٹھا ہوا ہوں تو فرمایا: آپ کیسے بیٹھے ہوئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کانگریسی دوستوں کا اصرار ہے کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں رہوں اور انہوں نے اس کا صرفہ دیا ہے! اس پر اور بھی زیادہ بگڑے اور فرمایا: ٹکٹ واپس کر کے اس کے دام انہیں دے دو! میرے ساتھ کسی کے جانے کی ضرورت نہیں — مجھے مکہ کی تعمیل کرنی پڑی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ تنہا اس پر آشوب دور میں بفضلہ تعالیٰ بحیرت دیوبند پہنچے۔

(مولانا خدابخش صاحب ملتان)

غایت بے تکلفی کے واقعات

میرے والد جناب حافظ زاہد حسن صاحب مروہی چونکہ حضرت حاجی امجد اللہ صاحب و حضرت

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت شیخ الہند رحمہم اللہ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہ چکے تھے۔ اس لئے شیخ رحمۃ اللہ کو آپ سے گہرا تعلق تھا۔ بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں دیوبند حاضر تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ٹھانی کھلائیے! والد صاحب نے فرمایا: ٹھانی آپ کھلائیے۔ میں تو آپ کا مہمان ہوں۔ مگر حضرت نے کچھ دیر تو مزید اصرار کیا اور جب دیکھا کہ اس طرح کام نہیں چلتا ہے تو والد صاحب کو پیچھا کر صیب سے روپے کالے اور مٹھائی منگوائی۔

۱۹۰۷ء میں اروپہ میں جمعیتہ علماء ہند کے عظیم الشان اجلاس کے موقعہ پر آموں کا

حکیم صاحب کے مکان سے فاصلے پر نانگہ چھوڑ دیا اور پیدل اچانک مطلب میں تشریف لے آئے۔ حکیم صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی آپ کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دی مگر حضرت نے فرمایا کہ: آج میں بحیثیت مریض آیا ہوں اس لئے مریضوں کی جگہ بیٹھوں گا۔ حکیم صاحب نے عید اصرار کیا لیکن وہیں مریضوں ہی کی جگہ پر بیٹھ کر نبض دکھائی۔

(جناب حکیم ذوالنون صاحب سمارنبور)

غایت جفاکشی | ایک مرتبہ حضرت اطراف آسام کا دورہ کر کے حدینہ بھر کے طویل سفر سے واپس آئے۔ تقریباً آٹھ بجے صبح در بند پہنچے تھے۔ طلباء اور اساتذہ جمع تھے۔ کچھ برابر تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد بخاری پڑھنے والے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ جاؤ اعلان کر دو کہ ساڑھے نو بجے سبق ہوگا۔ تمام طلباء نے اصرار کیا کہ حضرت ابھی آپ کی اس قدر طویل سفر سے واپسی ہوئی ہے آج تو آرام فرمالیجئے! یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ: کیا میں پیدل چل کر آیا ہوں، ریل، ہوائی جہاز، اور موٹر میں سفر ہوا ہے پھر مکان کیسا؟ یہ سب فضول باتیں ہیں تم اس واسطے یہ کہہ رہے ہو کہ آج اور کھیلنے کو مل جائے۔ چلو میں ابھی آتا ہوں۔

”دیوانہ بکار خوش ہشیار“ | حاجی بدرالدین صاحب ساکن انچولی ضلع میرٹھ ہمیشہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثاروں، مزاج شناسوں اور مخصوص خدام میں سے رہے ہیں وہ جب بھی مجلس میں ہوتے کسی نہ کسی عنوان سے مٹھائی ضرور طلب کی جاتی۔ کبھی مقدمہ جتنیے کی خوشی میں، کبھی زمین کی خریداری کی سلسلے میں اور کبھی نواسہ وغیرہ کی پیدائش کی تقریب میں۔ اگر موصوف مٹھائی کھلانے سے انکار کرتے تو ان کی تلاشی لی جاتی اور جو کچھ برآمد ہوتا وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔ اس میں سے جس قدر مناسب سمجھتے مٹھائی کا حکم فرمادیتے۔ اور بقیہ رقم واپس کر دی جاتی۔ حاجی صاحب جب آتے تو قصداً تفریح کی نیت سے روپے چھپا لیتے۔ کبھی نوٹوں کو کر بند کے اندر اور اگر زیادہ خطرہ ہوتا تو منہ ہی میں لٹک لیتے۔ اگر چھیننے والے کامیاب ہو جاتے تو حضرت کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوتا اور عموماً فیصلہ حاجی صاحب کے خلاف ہی ہوتا تھا۔

تھے جس فرحت و انبساط کے ساتھ سوکھی روٹی کھا رہے تھے اسی طرح ہنسی خوشی و غن کھانے کھائے۔ نہ پہلے رویتے پر میزبان کو کچھ کہا اور نہ دوسرے برتاؤ پر۔ یہ بھی آپ کی بے نفسی و بے غرضی اور خلوص و لگنیت کی واضح مثال۔

(مولانا عطاء الرحمن صاحب کا تذکرہ)

یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا

ایک مرتبہ آسموں کی فصل میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کو میں نے لاہر پور آنے کی

زحمت دی۔ قلمی آسموں کے باغات کے سلسلے میں لاہر پور کافی شہرت رکھتا ہے۔ ایک بار شیخ رمضان علی صاحب مرحوم نے یہاں کے باغات کی کثرت اور عمدگی کا تذکرہ کیا تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ لوگ بہت باغی ہیں!۔

اسی سفر میں رات کے وقت کھانا کھاتے ہوئے فیروزی کا صرف ایک چھپنے کر طشتری ہٹا دی کہ ابھی آسم بھی ٹوکھانے ہیں آخر اس کی کیا ضرورت؟

حضرت کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب بیٹھے ہوئے تھے، ان کے بعد میں اور میرے بعد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم تھے۔ مولانا قاسم نے فیروزی کی وہ طشتری اپنے سامنے رکھ لی۔ اتنے میں حضرت کے کچھ فرمائے پر مولانا موسیٰ اور صاحبزادہ مولوی عابد حسین صاحب مرحوم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طشتری اپنی جانب کر لی۔ مولانا قاسم نے اب دوبارہ وہ طشتری پر نگاہ ڈالی تو ان کے سامنے سے نائب اور مولوی عابد حسین مرحوم کے سامنے موجود نظر آئی پھر کیا تھا وہ طشتری کی جانب لپکے اور آپس میں چھینا چھپٹی ہونے لگی۔ حضرت یہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے لیکن جب آخری منظر سامنے آیا تو مسکرا کر فرمایا: ”جی ہاں! تبرک تو بس فیروزی ہی میں ہے! یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے اسے تبرک کا

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری

کوئی نہیں پوچھتا!

نکہ معظمہ میں کھجوریں پیدا کہاں ہوتی ہیں

اک مرتبہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! مکہ معظمہ

کی کھجوریں عنایت فرما دیجیے! حضرت نے جواب میں فرمایا: حضور! مکہ معظمہ میں کھجوریں

اس محلے کو سننے کے بعد صاحبزادہ محترم کو احساس ذمہ داری نے بوجھل بنا دیا اور فوراً چندہ دے کر
برادر خور کی دلدھی فرمائی مولانا اسعد صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو پا کہتا تھا اور
حضرت بھی جب حکم فرماتے تو کہتے کہ: جا اپنی آپا سے یہ بات کہہ دے۔ لیکن جب مرض الموت
میں شدت کرب سے آپ کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ ایک رات صاحبزادہ محترم مولانا اسعد صاحب
سے فرمایا: اپنی والدہ کو جگا دے!۔ دراصل آخری لمحات زندگی میں خلافت عادت
مذکورہ لفظ استعمال کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ محترم کو ذمہ داری اور فرائض خدمت کا
احساس دلارہے تھے۔
(مولانا عبد الرشید صاحب دہلوی)

ہماری یہ شب کیسی شب ہے خدایا! | جس روز حضرت شیخ کی وفات ہوئی اس کی
رات کو رات کو اپنی باری پر تقریباً ڈھائی بجے
خدمت میں حاضر ہوا اور بہت آمہنگی سے جا کر سرانے بیٹھ گیا کہ کہیں آنکھ نہ کھل جائے۔
محسوس ہوا کہ حضرت برابر اللہ اللہ کر رہے ہیں اور کروٹ لے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا:
آج کچھ تکلیف زیادہ ہے؟ — فرمایا کہ: ہاں بھائی! تو مجھے اٹھا دو — میں نے سہارا
دے کر اٹھا دیا۔ فرمایا کہ: پانی لاؤ! جلدی سے پانی پیش کیا۔ ایک گھونٹ لے کر فرمایا:
اچھا رکھ دے! اور سردا کاٹ لے۔ جب میں کاٹنے لگا تو فرمایا کہ: تھوڑا سی کاٹنا۔ اتنی
دیر میں میں نے طشتری میں چند قتلے پیش کئے۔ فرمایا: تم بھی سانچے کھاؤ! میں نے عرض کیا
کہ حضرت آپ کھالیں آخر کار دو قتلے چھوڑ دیئے اور فرمایا کہ: لے کھا لے! میں نے عرض
کیا کہ رکھ دوں پھر کئی وقت کھا لیجئے گا! بہت سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں! کھا لے!
خبردار رکھنا مت! میں نے اسے کھا لیا۔ پھر فرمایا: دیکھ ڈبلے میں انسان ہو تو شربت
لے آ! میں سمجھ نہ سکا اور بجائے شربت کے قتلے پیش کر دیئے۔ فرمایا: یہ نہیں بلکہ شربت!
جب تک شربت لاؤں ایک قاش منہ میں رکھ چکے تھے۔ اسے تھوکنا چاہا اور سلفی
اٹھانے کے لئے اشارہ کیا۔ میں نے ہاتھ آگے کر دیا۔ کچھ پس و پیش کے بعد قاش ہاتھ پر
ڈالی اس کا رس چوس لیا تھا۔ میں نے شربت پیش کر دیا لیکن بجائے شربت پینے کے
میری جانب دیکھتے رہے میں نے اس قاش کو اپنے منہ میں رکھنا ہی چاہا تھا کہ بہت

روزنامہ "المجلیۃ" دہلی ○ شیخ الاسلام نمبر



ناشر
مکتبہ مَدَنیہ
باغبانپورہ جدید، گوجرانوالہ،
پاکستان

فون : ۷۶۲۲۱
۷۶۴۶۳
۷۵۶۵۶

اشاعت نویسی اہتمام
حافظ محمد یوسف عثمانی
مبہتم مدرسہ نظامیہ العلوم
گوجرانوالہ

تو مسلمان بن کر رہنا۔

ہر سب کچھ زندگی و مرگ سے متاثرہ ہیں تو کسی بھی قابل نہیں۔ حضرت فرماتے کہ حاجی صاحب آپ مٹائی کیوں نہیں لاتے تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی کتابھی لیا جائے پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹائی منگوائی باقی اود حصہ سے تقسیم ہوتی۔ کبھی کبھی تو حضرت میری شیروائی مذاق سے بھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹائی کے واسطے پیسے دو گے۔ تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔

حضرت کو بھلا کسی بات کی کنی تھی۔ آپ کے پاس ہزاروں من مٹائیاں تھیں اور ہزاروں روپیہ تھے۔ مگر خدا کی قدرت کہ حضرت مجھ پر بہت مہربان تھے جب حضرت زیادہ موٹوں ہوتے تو اپنی چھوٹی بچی عمر گزرتے سے یہ شعر پڑھواتے تھے کہیں ہے دوس کا بڑا اکہیں ہے چہن کا بڑا ہے حضرت شیخ کی محفل میں بدر الدین کا بڑا

اور بھی ہزاروں کی تعداد میں مریض تھے۔ مگر کسی کی یہ جھٹ نہ ہوتی کہ حضرت سے بات کرے مگر حضرت کی کچھ پر کس قدر شفقتیں تھیں کہ میں بھری محفل میں حضرت کے قریب ہوتا۔

دنیا جانتی ہے کہ حضرت کا علمی حیثیت سے ہندوستان کے علماء میں سب سے زیادہ اونچا مرتبہ تھا، مذہبی زندگی کے لحاظ سے آپ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے پیشوا اور رہبر تھے۔ دنیا کا کوئی بھی خط ایسا نہیں جہاں آپ کے شاگرد موجود نہ ہوں۔ اسی لئے آپ اسلامی دنیا کی سب سے بڑی مذہبی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے پرنسپل اور شیخ الاسلام تھے جب کبھی اسلامی نقطہ نظر سے کوئی اہم یا دشوار سوال پیدا ہوتا تو آپ کا قلم حرکت کرتا اور علمائے دین اسلام کے لئے سامان المینان پیدا کرتا۔

میں اکثر سفر میں بھی حضرت کے ساتھ ہوتا اسی لئے میں آپ کے روزمرہ کے معمولات سے بخوبی واقف ہوں۔ آپ کے معمولات تقریباً ہمیشہ تین بجے سے شروع ہو کر رات کے بارہ بجے اختتام پذیر ہوتے آپ کا وقت زیادہ تر مسافروں ہی میں گزرتا، کیونکہ ہندوستان بھر کی مذہبی اور قومی جماعتوں کی ضرورتیں متواتر سفر پر مجبور کرتی رہتی تھیں کسی کی دل شکنی کرنا آپ کی وسیع الاخلاق طبیعت کے لئے محال ہو جاتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی نمازیں دوران سفر بھی باجماعت ادا ہوتی تھیں اور اسی طرح تمام معمولات۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ جتنے بھی دن دارالعلوم میں درس دیتے اتنے ہی دن کی تنخواہ لیتے۔ مثلاً آپ نے ایک دن درس دیا تو آپ ایک ہی دن کی تنخواہ لیتے۔ اللہ اکبر۔

آپ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت بھی کبھی قصداً ہوتی۔ آپ بہت بڑے

مہمان نواز تھے۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہا۔ کھانے پر عموماً بیس کچلیں مہمان ضرور ہوتے۔ سب سے بڑی اور لطف کی بات یہ تھی کہ اگر کوئی مہمان رات کے بارے میں پہنچتا تو اس کے لئے بھی تازہ کھانے کا انتظام ہوتا۔ مگر میں عورتیں بھی کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرتی کیونکہ وہ اس بغاٹشی کی عادی ہو گئی تھیں تین بجے بھی آپ تہجد کی نماز و طاعت وغیرہ پڑھتے۔ پھر فجر کی نماز اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ اس سے فارغ ہو کر آپ مہمان تازہ شریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ ناشتہ کرتے پھر بارہ بجے تک دارالعلوم میں درس دیتے اور بحیثیت پرنسپل دوسرے کام دیکھتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آپ تھوڑی دیر آرام فرماتے، پھر فجر کی نماز ادا ہوتی۔ اس کے بعد ذاک اور لوگوں سے گفتگو وغیرہ۔ اس سے فارغ ہو کر عصر کی نماز ادا ہوتی اور پھر درس دیتے۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک سو پارہ تلاوت فرماتے اور بیعت کا سلسلہ دیتا پھر مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور عشاء کی نماز کے بعد بخاری شریف کا درس دیتے۔ اور قریب بارہ بجے آرام فرماتے۔

بہر حال بطور خلاصہ یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ آپ کی زندگی گہرا ایک دن تاریک آزادی کا ایک ایک ورق بننا ہے۔

مسلمانوں کو پیدا کرنے اور تحریک آزادی میں مصروف عمل کرنے میں آپ کا میں تو یہی کہوں گا، احمد ہندوستان بھر کے ان تمام لیڈروں میں سب سے زیادہ اونچا اور نمایاں ہے جنہوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے قریب خواب بستی کی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے۔

قطعہ سال وفات

رحمت بلند شہری

شیخ اسلام حسین احمد کہ بود

مہر دین زیر ہمت آسمان

از سرباہ بگور رحمت نسین

شیخ اکبر رفت از دنیاے دوس

۱۹۵۷ء

مثنائی کے سلسلہ میں قصبہ ایچول ضلع میرٹھ کے حاجی بدر الدین سے کافی مزاح فرماتے تھے اور مختلف دلائل سے وجہ فرماتے۔ حاجی صاحب کو حضرت کی زبان سے اصرار سننے کا شوق بھی تھا اور مثنائی کھلانے کا بھی وہ عذر کرتے رہتے اور عدم وجہ کے دلائل دیتے آخر میں حضرت فرماتے دیکھئے یہ حضرات پھر زبردستی وصول کریں گے اور مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ مولانا محمد عثمان صاحب چیرمین دیوبند و استاد دارالعلوم مولوی محمود احمد گل ناظم شعبہ تعلیم دارالعلوم اور دوسرے حضرات اس پر تیار بیٹھے رہتے کہ حضرت ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں۔ اور حضرت کی زبان سے مذکورہ جملہ نکلتا اور ہر حضرات حاجی بدر الدین سے ہزار وقت و دہرہ بہاد کر دیتے تھے۔ حضرت حکیم اسحاق صاحب گھوڑی حضرت کے معاصر ہیں تھے اور بے تکلف دینی بھی مرحوم کو حضرت کے عشق کے درجہ میں محبت تھی ہر مرتبہ جب ان سے ملاقات ہوتی تو حضرت مثنائی کا اصرار فرماتے۔ موصوف انکار فرماتے۔ آخر حضرت خود ان سے چھین لیتے اور جو کچھ جیب میں سے نکلتا کہہ کر دیکھ دیا پس ہر کو سب کی مثنائی آجاتی تھی، واضح رہے کہ مرحوم ہمیشہ اپنی جیب میں اس مد کی رقم لے کر یہی حاضر ہوتے۔

کسی کو گلاب جامن سے چڑھتی تو اس سے مزاح فرماتے۔ تقاضا کرتے کہ تم خود بے کراؤ۔ وہ لے آئے اور فرماتے حضرت دل پر پتھر رکھ کر بانا رہے تو آیا ہوں۔ مگر اب آگے حکم نہ فرمایا جائے۔ آخر میں حضرت اس سخت پر آئے کہ آپ کو کھائی پڑے گی اور وہ الٹا کیاں دھنوی لینے ہوئے کہنے کہ حضرت اپنے ہاتھ سے دکھاؤں گا چاہے جان رہے یا جائے بدقت حضرت خود اپنے ہاتھوں سے ان کو گلاب جامن کھلاتے اس مرحلہ پر اگر ان صاحب کو ساری چڑھ بھول جاتی اور نہایت مسرور ہو کر کئی گلاب جامنیں چٹ کر جاتے ! سوتے وقت ہمیشہ داہنی کر دٹ سوتے تھے۔ چت بہت کم لیتے تھے اگر کبھی بیٹے تو ایک پیر و دوسرے پیر پر مکہ لیتے تھے۔ خزانہ کی آواز میں نے کبھی نہیں سنی، انگریزائی لیتے بھی کبھی نہیں دیکھا، جمائی کو پوری قوت کے ساتھ روک لیتے تھے اور اگر کبھی آبی جاتی تو دونوں ہونٹ ملائے کی کوشش کرتے کرتے منہ کھولتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر متعلق و متوصل سے بچوں کی شادی کے سلسلہ میں محبت کی تاکید فرماتے تھے، لیکن اپنے گھر کے بچوں کے سلسلے میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیدائش کے دن ہی سے دن گنا شروع کر دیتے تھے جو بچی کوئی بچہ حد بلوغ کو پہنچا پھر کوئی محبت کام نہ دیتی تھی۔

راقم الحروف اور مرحوم گرامی صاحبزادہ اسعد صاحب کی شادیوں کے لئے قیمتی میل سے ۱۹۴۴ء میں جناب قاری اصغر علی صاحب محمد ناس کو تحریر فرمایا کہ میری رہائی کا ہرگز انتظار نہ کرتے ہوئے ان دونوں کی شادیاں کر دی

جے۔ بچپن میں تو ہم طور پر لوگ حتیٰ کہ بعض باستانہ کان دیوبند تک مجھے حضرت ہی کا فرزند سمجھتے رہے اور بہت سے ناواقف حضرات آج تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

لڑکپن میں چھوٹی سی سائیکل آئی تھی تو اس میں مجھے اور صاحبزادہ مرحوم گرامی اسعد کو برابر کا شریک بنایا تھا۔ سواری کی تربیت کے لئے گھوڑا سگوا یا تھا تو ہم دونوں کی سواری کے لئے ایک ایک دن مقرر فرمایا تھا۔ بڑے ذوق و شوق سے ہم سب کی شادیاں کی تھیں اب صرف ایک بھائی عزی سید ابو جید سلو باقی رہ گیا تھا۔ وصال سے ایک روز پہلے والدہ ماجدہ مدظلہ سے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ میں زندہ رہا تو رمضان بعد سعید اور ارشد و صاحبزادہ دونوں کی شادیاں کر دوں گا۔

غرض اس دور نفسی نفسی میں حقیقی پوتوں کے سروں پر اس طرح شفقت کا ہاتھ اور مہر و محبت کی نگاہ رکھنی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور پھر جتنے یا جتنے کی اولادوں کے لئے اس طرح اغوش شفقت و اگر دینے کی مثال تو شاید ڈھونڈنے سے بھی ملے۔

صاحبزادگان صاحبزادیاں اور ہم سب بہن بھائی عموماً مختلف چیزوں کی فرمائش کرتے تھے جن میں ۹۹ فی صدی حضرت پوری کرتے تھے اور نہایت عمدہ اور کار آمد اشیاء خرید فرماتے تھے۔ صاحبزادیاں عموماً کپڑوں کی فرمائش کرتی تھیں جن کو میا کرنے میں بڑے ذوق کا ثبوت دیتے تھے۔ صاحبزادوں کو نسبتاً زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کی فرمائشیں اور عندیہ با حسن وجہ پوری فرماتے بہچپن میں ہماری فرمائشیں بھی زیادہ ہو جاتی تھیں تو اکثر فرمایا کہ تم گدھوں کو فضول خرچی کی عادت ہو گئی ہے۔ ہمارے میاں ہم کو دیوبند صرف ایک روپیہ ماہوار بھیجا کرتے تھے اسی میں کھانے کے علاوہ سارے مصارف پورے کر کے پڑتے تھے۔

گھر کے افراد سے کبھی اپنے کام کے لئے نہ فرماتے تھے۔ بدن دبانے سر پر تیل گونے یا گرمیوں میں چھکا کر کے یا سخت سے سخت گرمیوں میں بجلی کا پکھا کھولنے کی کبھی فرمائش نہیں کی۔ از خود اگر کوئی ان خدمات کے لئے حاضر ہوتا تھا تو منع فرماتے تھے، مگر اصرار پر اجازت مرحمت فرمادیتے تھے۔ پڑے لکھے حضرات سے چٹنے کے لئے منع فرماتے ہوئے کہتے کہ حضور سے کبھی پکھا کروانا ثابت ہے جب کبھی جماع اور لباس میں تشریف آوری پر لوگ تعظیماً کھڑے ہوتے برقی سے بیٹھنے کا حکم فرماتے اور خفا ہوتے اس وقت تک تشریف نہ لکھتے جب تک ایک ایک فرد بیٹھ نہ جاتا۔ کبھی کھڑے ہونے والوں میں علماء و طلباء بہتے تو حدیث پڑھتے تھے۔ لا تقوم حکما تقوم الا عاجزہ نصیبہ اھم او حکما قال کبھی کبھی لباس میں شگفتگی و مزاح کی گنجشگی فرماتے تھے۔ کسی شخص کے میاں بھی یا بچہ ہوتا تو فرماتے آپ پر مثنائی واجب ہے۔

اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی چھیننے پر آمادہ ہے تو مسلمان اپنی جان تک قربان کر دینے کے لئے تیار رہ جائیں گے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کر دوں گا۔

آج بھی ان حضرت مدنی، ان کی دل کی آواز یہی تھی صرف لفظ حکومت پر طائفہ بدلتا ہوا تھا۔ اور موجودہ حکومت کو خطاب و خطاب تھا۔

حضرت مدنیؒ کا یہ اسلامی جذبہ تھا اور یہ عدم نہیں ہوا تھا بلکہ وہی جذبات ائمہ دین میں موجزن تھے جو اسلام کے معاند اور مخالفانہ حکومت کے لئے ہو سکتے ہیں اور اس کے لئے آپ اپنی جان تک قربان کر دینے کے کو تیار تھے البتہ اس قدر فرق ضرور ہے کہ اب جو نیکو فہمی کی حکومت ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اکثریت کو پہلے اسلام سے باخبر کریں تاکہ یہ اسلام دشمنی اور فساد دور ہو اور حالات اطمینان پر آئیں یہی اس وقت آجیٹیو تہجیر ہے اور یہی تحریک دلی الہی کے آخری مقصد کا مقہوم ہے اور یہی وہ درس انسانیت ہے جس کو حضرت مدنیؒ نے پورے زور و شور اور سرگرمی کے ساتھ شروع فرمایا جو اسلام کی سر بلندی اور ترقی کا واحد طریقہ ہے۔

حضرت مدنیؒ کی اصلی یادگار

انبیاء اور رسولوں کی یادگار مجلس میلادِ شریف دینے اور پڑھنے سے نہیں ہوتی ان کی یادگار کے لئے ضروری ہے کہ ان کی لائی ہوئی شریعت اور بتائی ہوئی تعلیمات کو زندہ اور برقرار رکھا جائے اور اپنی زندگی کا دستور العمل اور نصب العین بنایا جائے۔ اسی طرح انبیاء و رسولوں کے حقیقی وارثوں اور جانشینوں کی یادگار محض خصوصی نعروں کے شائع کر دینے سے قائم نہیں ہوتی بلکہ ان کی اصل یادگار یہ ہے کہ ان کے کارناموں کو زندہ اور برقرار رکھا جائے۔ اور ان کے مقاصد زندگی کو فروغ و عروج دیا جائے۔ پس حضرت مدنیؒ کی یادگار کے لئے بھی محض شیخ الاسلام غنیسہؒ اور مدنیؒ نشر شائع کر دینا کسی طرح بھی کافی نہیں ہو سکتا بلکہ اصلی یادگار یہ ہے کہ حضرت مدنیؒ کے کارناموں کو زندہ رکھا جائے اور ان کے مقاصد زندگی کو عروج و فروع دیا جائے اور ان مقاصد کے لئے قربانی دی جائے جن پر انہوں نے اپنی جان عزیز قربان کی۔

عجب سے بنا کر دہ بجاک و خرون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

میں نے جو کچھ سچا تھا اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے وہ سب کا نصب قلب بند ہو سکا پھر بھی جو کچھ لکھا گیا وہ ایک مجھد کے لئے بہت کافی ہے۔

اگر وفادار کسی است یک حرفت پس است

وما توفیق الا بالله علیہ توکلت والیہ

انصیب _____ (احشام الحسن)

حضرت شیخ الاسلام کے

فیوضِ نبویؐ کا

یہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ
مصطفیٰ اللہ علیہ السلام کی بیادیں

محمد زلف قریشی (مدظلہ)

اللہ کا یہ لکھنا احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنے ایک نیک اور محبوب بندہ کے ذریعہ دین کی سوجھ بوجھ عطا کی اور اس طرح میں نے لغو زندگی سے نکل کر نیک لوگوں کے شانِ قدس پر چلنا شروع کر دیا۔ گو سوالات پہلے سے نہ ہوا تھے مگر یہی کیا کہ ہے کہ خدا پرستوں کے کفش پر وازوں میں شام کیا جاتا ہے۔

جس بزرگزیدہ بندہ نے مجھ سے یہ کار کو سہارا دیا اس کو شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کے نام نامی سے یاد کرتی ہے اور بلاشبہ اور بلا مبالغہ مجھ جیسے لاکھوں انسان اس ذاتِ گرامی سے وابستہ تھے ہزاروں نے اس کی رہنمائی میں زندگی کی راہ پائی اور لاکھوں سکریم ہیں۔ دیر سیر وہ بھی گئے تھے منزلِ مقصود پر رنگ جایش کے اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت سے یہ کوئی بعید نہیں چند ماہ ہوئے کہ جن نزعِ شان کا یہ گرام اور قیمتی سرمایہ لٹ گیا۔ جس نے لاکھوں فقیروں کی جہولیاں بھرنے کے لئے سہارا دیا۔ اور جن کے دست حق پر ہم جیسے لاکھوں ہزاروں انسانوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی تھی۔

۱۹۴۲ء سے ناکسار کو آستانہ مدنیؒ سے وابستگی کی عزت حاصل ہوئی اور اس عرصہ میں سینکڑوں جلوت و خلوت کی مجلسوں میں شرکت کا موقع نصیب رہا بالذکر گلاب جامن کے نام نے عام مجلسوں میں بار بار میر جلسہ کے کی عزت بخشی ہے اس نام کو سن کر چہان میں ترش رویہ ہوا، مزہ بگاڑا، بنایا حضرت دالکی عزت کو ترش آگیا۔ گلاب جامن طشت میں ملا کر مجلس میں دسترخوان پر رکھی گئی میں نے اچھلتا کودنا شروع کر دیا حکم ہوا ایہ صفت کہاں گئے یہاں حاضر ہوں خدام کے ہاتھوں پڑے

بڑا کہ حضرت اقدس کے پہلو میں بٹھایا گیا پھر حضرت نے تبسم فرمایا چند چلے اپنے خاص انداز میں گئے۔ مجلس نہ خزانہ میں گئی۔ اپنے دست مبارک سے ایک کتاب جامی اتھائی اور اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ یہ حاضر ہے پھر میری صرٹ کا کیا ٹھکانا منہ پھلایا اور حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک خاص اخلاقیات کے میرے منہ میں ڈال دیا۔ میں نے منہ میں لیتے ہی ایسا منہ بگاڑا کہ اہل مجلس کوٹ پوٹ ہو گئے حضرت نے میں مسکرایا اور پھر حرکت سے دست و راز ہی شروع ہو گئی میں باہر جا کر پٹاکر اپنے میں ساری پلٹیں صاف ہو گئیں جہاں پہنچ کر بے ساختہ دل بھرا یاد آسو تیرے گئے۔

عدل اور مساوات کا جو منظر حضرت کے دسترخوان پر دیکھنے میں آتا تھا اس دیکھنے والے سے پہلے مجلس میں علماء، صوفیاء، اہل دین قوم اور دوسرے کے پہلو پہلو وہ محتاج پختہ پختہ گندہ کپڑوں میں بیٹھے ہوتے فرما رہے تھے کہ کون کون سی دوپٹیں پیشا ہوں رہنمائی کرنے ملے گی میں مگر کیا مجال کہ دسترخوان مدنی پر پہنچ کر کسی پر بھی اس سلسلہ میں ذرا بھی گزری ہو کہ انکم کھانے کی چیز ہوئی مگر ہر شخص کو بقدر حصہ برابر ملتی لازمی تھی کوئی عیون نہ ہوتا تھا جو شفقت صاف تحول پر ہوئی یہی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر ان پر ہوتی جو عام نقول میں ذیل و خوار کئے جاتے، آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میری مراد ان غریبوں

سے ہے جن کی بے قدری کا ہمارے اس دور میں عام رواج ہے حضرت اقدس کی نگاہ میں یہ فرما رہے تھے اور کون نہ جانتے سب تو سو کر کہیں جلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ان کی قدر و قیمت تھی اور اتنی قدر و قیمت کو اپنی دیکھنے عیادت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے اسے عائشہ مساکین کے پاس بیٹھا کر دوا دینا کہ اپنے سے قریب رکھا کر دینا اور آنحضرت دعا فرماتے "اے اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین رکھ اور موت بھی مسکینوں میں برادر قیامت میں مسکینوں ہی کے ساتھ انھوں بعض مدیون ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم کو روزی مسکینوں کے طفیل میں ملتی ہے یوں تو ہر زمانے میں حضرت اقدس رضی اللہ عنہ علیہ کی مجلس ہوا کرتی تھی اور سینکڑوں علماء، مشائخ اور طلباء پر دوا دینا دیکھتے ہوئے ہوتے تھے مگر جب کبھی آپ سفر میں نکلتے تو ایسے کسی شہر اور پر پہنچتے بلکہ اخلاقیات کے باوجود ہزاروں انسانوں کا جو غریب ہر جگہ پر آپ کا استقبال کرتا جس وہاں میں پہنچ جاتے بے پناہ عیون ہوتا تھا۔ دیکھ کر کہیں کہیں پڑتا تھا اگر بندہ کا میں چھا کبھی حضرت کو جنگ میں لے جایا جاتا تو وہاں بھی غیب سے ہزاروں انسان جمع ہو جاتے اور دیکھنے والا حیرت زدہ ہو جاتا کہ انسان کہاں سے آ رہے ہیں اور کسی فریاد سے ان کو خبر ہو گئی چھ فرمایا رسول اکرم جلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کاٹ لفظ کان اللہ لہ۔ یعنی جو خدا کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت ساری کائنات میں ڈال دیتا ہے اور وہ بندہ سب کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ یوں تو ہر زمانہ میں ہوتا عام تھا لیکن رمضان کا مہینہ اس سلسلہ میں خصوصیت رکھتا تھا۔ بلکہ جس گوشہ میں آپ رمضان گزارنے پہنچ جاتے معتقدین اور مشرکین کے کھانے سے کھینچ کر دیاں جمع ہو جاتے اور پھر ہزاروں مقامی حضرات آپ سے ٹوٹ پڑتے انوار و برکات کی بارش ہوتی تھی۔ عجیب اجتماع ہوتا تھا کوئی ذکر جہری میں مشغول ہے کوئی پاس انھاس میں ہر تین مصروف ہے کوئی زائل چھو رہا ہے کوئی رومو کو دھانیں کر رہا ہے ایک عجیب عالم ہوتا تھا قلوب میں روشنی پھیل پڑتی آخرت کے سوائے اس مجلس میں کسی اور چیز کا دھیان تک نہیں خود حضرت کے مشاغل میں بہت بڑھ جاتے پوری رات سونا نصیب نہ ہوتا، دسترخوان بہت وسیع ہو جاتا۔ سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے۔ کمال یہ کہ آپ سب کی دیکھ بھال کرتے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے پائے۔ اجتماع کا یہ عالم تھا کہ کوئی بیمار ہے تو اس کے لئے چہرہ پڑی کھانے تک کر آ رہے ہیں اور ان میں بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔ حد ہے کہ پائے اور پانی کا بھی نظم ہے۔

گزشتہ رمضان جو حضرت کا آخری رمضان تھا باسکندریہ و اسام میں گزارا گیا چھل سینکڑوں ہزاروں وابتگان تھے خوش قسمتی سے میری بھی حاضری تھی وہاں رمضان گزارنے والے زندگی بھر یاد رکھیں گے کہ رمضان کا مبارک مہینہ کس طرح گزارا جاتا ہے۔ تراویح، تہجد اور دوسری وظائف کا کتنا اہتمام تھا جماعت کی پابندی کی کس طرح تاکید تھی اور اوراد و وظائف کتنے اچھے لفظ تھے اور سچ یہ ہے کہ

شمع ختم نبوت کے پرانوں کے تقان کے

اندرون دیوبند ملک
مجلس کے پچاس فاضل مبلغ
۲ ہفتہ وار جرائد، بیسیوں دفاتر
د مشن، ۱۲ دینی مدرسے تبلیغ اسلام
اور تحفظ ختم نبوت کا فریضہ
سراجم دے رہے ہیں۔

منیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

وغیرہ کا ایک سبز خود چڑھتے، دوسرا سبز خاتون پچڑھتیں اور کلمات بیعت ملقین فرماتے۔

کانوں کی خواتین کبھی کبھی اہل خانہ کی نظریں بچا کر مطالعہ گاہ تک پہنچ جاتیں اور سامنے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ ایسی صورت میں حضرت بہت پریشان اور سرسبز ہو کر اپنا رخ دوسری جانب پھیر لیتے تھے اور لازم لڑکے صاحبزادیوں یا دواوی صاحبہ مدظلہا کو آواز دیتے تھے جو فوراً منشا رکھ جاتیں تھیں اور یہ صورت ختم کراتی تھیں۔

گھر میں بھی شریعت کی پابندی کا پتہ لھاؤ رکھتے تھے اور سب ہی افراد خاندان کو تاکید بلکہ ضرورت کے وقت تنبیہ فرماتے رہتے۔ اس باب میں کسی کی ادنیٰ رعایت ملحوظ نہ تھی۔

میری ہمیشہ عزیزہ صاحبہ خاتون سلمہ کے شوہر ضیاء الحسن صاحب فاروقی لیکچرار جامعہ ضیاء کالج جو آج کل ڈاکٹر ٹیٹ کے لئے نامہ شریعتیونیورسٹی رکنا ڈا، گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے شادی کے بعد وادھی صاف کرادی۔ رشتہ بھی نازک ہے اور حضرت فی اہلہ ہمیشہ مذکورہ کی خاطر بھی عزیز رکھتے تھے لیکن ایک موقع پر عزیزہ مذکورہ سے خفا ہو گئے اور جب انہوں نے وادھی رکھ لینے کا وعدہ کیا تو خوش ہوئے اور دعا کرنے کا وعدہ کیا۔

مولوایتا می اور بیواؤں کی امداد فرماتے تھے۔ ایسے ہی متعدد افراد میری نظریں میں جیسے بے روزگاری اور بیکاری کے دور میں مستقل امداد میں ہوتے رہتے تھے۔ ان میں مسلم وغیر مسلم کی قید نہ تھی۔ عیسائی ہندو اور دوسری اقوام کے مجبورہ پچارہ افراد سب ہی کی کار براری فرماتے تھے۔ اعزاء اقدارب میں جو لوگ مغلوں کمال ہوتے تھے۔ ان کی تو نہایت باضابطگی کے ساتھ امداد فرمایا کرتے تھے عید و بقرعہ کے مواقع پر جب کبھی آبائی وطن ٹانڈہ ضلع فیصل آباد میں ہوتے تھے تو نماز سے پہلے اعزاء کے ہر گھر میں بنجس نفیس تشریف لے جاتے اور ہر فرد کو عید کی تہنیت فرمایا کرتے تھے۔

میرے والد امیر مال مولانا وجید احمد مدنی مرحوم حضرت کے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے تھے، مگر بڑے بھائی کی حیات ہی میں جیسے کی پرورش و نگہداشت اپنے دوسرے لی تھی۔ مال میں نظر بند ہوتے تو یہ بھیجا دیاں میں ہم کو اب دیا۔ مدینہ طیبہ سے ہندوستان منتقل ہوتے تو یہ بھی بڑا زادہ آغوش شفقت سے جہاز ہوا۔ تعلیم و تربیت شادی غرض سب کچھ اپنے تکمیل میں کیا کم و بیش پچیس ہزار روپے کے صرف سے ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا اور عین عالم شباب میں جب مرحوم اللہ کو پیار سے بھگتے اور تین بیٹائی اور دو بیٹیاں تہنیت ہوتے تو حضرت رحمۃ اللہ نے اس طرح ہمارے سروں پر ہاتھ رکھا اور دلوں سے داغ تیری مٹایا کہ ۵۰ وسمبر ۵۵ء کی منحوس دوپہر تک یہیں کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمارے سروں پر باپ کا سایہ نہیں۔

سے سخت چاہیں میں بھی بہت کم ہوتی تھی۔

کھانے کے ساتھ بیشتر ٹری رعبت سے شہد استعمال فرمایا کرتے تھے، اپار اور پٹنیوں سے بھی شوق فرماتے تھے کبھی کسی کھانے کی یا کسی خاص چیز کی فراکش کرتے۔ میں نے نہ دیکھا اور نہ سنا کسی کھانے یا مصالح وغیرہ کی تحقیق کرتے تھے اور نہ تعریف کرتے تھے۔ جی کہ گھر کے لوگ اندازہ سے مرغوب اشیاء کا پتہ چلایا کرتے تھے۔

دواوی صاحبہ مدظلہا جب رعبت و شوق کی کوئی خاص چیز تیار فرماتیں تو ہم لوگوں سے دریافت فرماتیں کہ حضرت نے فلاں چیز زیادہ مرتبہ پی لی یا کم مرتبہ اور اس طرح پسندیدگی یا عدم پسندیدگی کا پتہ چلتا تھا۔ ہاں پھلوں میں آم اور خربوزے بے حد مرغوب تھے۔ بالخصوص آم تو بہت ہی رعبت سے کھاتے تھے اور کھانے سے زیادہ شوق سے تیسرے چمکتے۔ دن اساتذہ و علمائین دارالعلوم کو کھلایا کرتے تھے۔

طبیعت میں فطری طور پر نفاست اور لطافت تھی اس لئے آم کی اگر زیادہ قسمیں سامنے ہوتیں تو ہر ایک دانہ میں سے ایک ایک پادو، دو قاشیں ملاحظہ فرماتے تھے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کھانے سے زیادہ ہر آم کا حسب و نسب و تاریخ پیدائش و وفات اور ابتدائی جائے پیدائش معلوم کر کے محفوظ ہوتے تھے جناب شاہ محمد مسعود صاحب دسبب جہت جن سے حضرت کو اور حضرت سے جن کو بے حد تعلق خاطر تھا اور حاجی احمد حسین صاحب لاہوری اس ذوق تاریخ میں خوب خوب لطفیت پیدا کرتے تھے کہ شہاد صاحب کے باغوں میں نایاب اور نفیس ترین پھل پیدا ہوتے ہیں۔

ان کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ مرض وفات میں جب ڈاکٹری معائنے کے لئے سہانہ تشریف لائے تو موصوف کی درخواست پر بہت ایک خضب کے لئے رونق افروز ہوئے اور شاید آخری مرتبہ شہاد صاحب کے باغ کے رٹولی آم ملاحظہ فرماتے۔

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ ہمیشہ صابن سے دھوتے تھے اور تولیہ سے صاف کرتے تھے کھانے کے بعد اگر کوئی میٹھی چیز بیشتر آجاتی تو رعبت سے نوش فرماتے ہوتے دیکھا ہے۔ زمان خانے میں بھی خواتین محان بکثرت ہوتی تھیں۔

ہر طبقہ کی خواتین ہر قسم کی درخواستیں اور اپنی پریشانیوں گوش گزار کرنے کے لئے حاضر ہوتی تھیں۔ عموماً اہل خانہ کے واسطے سے درخواستیں سننے تھے اور جوابات دینا بھی مشورے اور تعویذات مرحمت فرماتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ بعض حالات میں حضرت میں پر وہ تشریف فرما ہوتے۔ درخواستیں سماعت فرماتے اور براہ راست ہند و نصاب و مشورہ سے مستفید ہوتے خواتین کو بیعت کرنے کا بھی یہی طریقہ تھا۔ پس پردہ سے ایک لبا پچرا عمامہ

اللہ تعالیٰ عقیقت مندوں کا اس درجہ خیال تھا کہ جناب مولانا صاحب قلم صاحب قبل ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان سے گفتگو کے دوران فرمایا۔
مولانا عبدالحلیم صاحب کے بارے میں آپ کیا کہہ رہے ہیں مولانا نے فرمایا میں پوری کوشش کر رہا ہوں، فرمایا، اگر آپ کا کوئی سفر بھئی کی طرف کا ہو تو بذات خود کوشش فرمائیں، ورنہ مارہ سے کوشش کریں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی بہر حال حضرت کے پرانے متوسلین میں سے ہیں، ان کے معاملات سے تعلق خاطر زیادہ تعجب انگیز نہیں، جناب صاحبزادہ مستن الدین صاحب خاوری مالک و مدیر رسالہ آستانہ و پیام مشرق کی نظر بندی سے حضرت کو اتنی ہی تکلیف تھی، انہیں ایم میں مولانا محمد میاں صاحب نانم جہیت علماء ہند مزاج پر سی کے لئے حاضر ہوئے تو ان سے خاوری صاحب کے بارے میں اس آغاز سے گفتگو فرمائی جس میں تاثر کے ساتھ برہمی بھی نمایاں تھی حضرت کو غالباً یہ خیال تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے بارے میں کوشش نہیں کی گئی جب مولانا محمد میاں صاحب نے تفصیل سے بیان کیا کہ مولانا حفص الرحمن صاحب کس طرح ہر ایک ممکن کوشش کو عمل میں لائے ہیں تو یہ بھی تو حقیقت سے بدل گئی، مگر صاحبزادہ صاحب کی نظر بندی سے جو قلب مبارک پر گہرا اثر تھا وہ پھر بھی بدستور باقی رہا۔
بیماری سے ۷۶ دن قبل میں نے والدہ محترمہ کو بعض رشتہ داروں کو فیض آباد سے بلایا تھا، مغرب کے قریب یہ قافلہ پہنچا، والدہ کے بارے میں ان کو معلوم تھا کہ ان کی طبیعت بھی خراب ہے چنانچہ جس وقت وہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئیں دیکھتے ہی فرمایا۔ کب آئیں، انہوں نے عرض کیا۔ ابھی حاضر ہوئی ہوں، فرمایا کیا گاڑی لیٹ آئی ہے، کیونکہ گاڑی کا وقت کافی دور پہلے گزر چکا تھا، اس کے بعد فرمایا۔ بلا وجہ کیوں تکلیف کی، تمہاری طبیعت تو خود ہی خراب تھی، وادھی ٹھہرنا والی ہے، حضرت نے عرض کیا۔ آپ نے رشید کو نہیں جانے دیا تھا، اس نے گھر والوں کو یہیں بلایا، اس پر مسکرا کر خاموش ہو گئے۔
وصال سے تین دن قبل تنفس اور سینے کے درد کی شکایت مطلق ختم ہو چکی تھی۔ اب عام خیال یہ تھا کہ بالکل صحت ہو چکی ہے، صرف کزوری باقی ہے، مگر آہ کے خیر تھی کہ حق تعالیٰ نے ہر طرح کے معمول سے معمولی تزکیہ کے بعد حیات مقدس کی شمع کی لو کو بھڑکا دیا ہے، ادب کچھ دیر بعد اس تاریک دور میں علم و عرفان کا یہ چارخہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو کر ہم پر کون کو تاریکی میں دھونچا چھوڑ دے گا۔
تین چار دن قبل از قلم تمام تمام چیزوں سے حضرت کو بالکل بے رغبتی ہو گئی تھی۔ پہلے معمولی طور پر ایک کچھ یا کچھ کم و بیش دینا نوٹس فرمایا کرتے تھے۔ مگر اب اصرار کے باوجود بھی اس کو قبول کرنے پر راضی نہ ہوتے، کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے گڑھی منگائی گئی تھی، حضرت نے بھی آخر میں سروے کی خواہش کا

اظہار فرمایا۔ اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ ر ہوتی کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد شاہ صاحب فاضل طالق کو تشریف لائے تو فرمایا کیجئے کیا آج کل سروا نہیں مل سکتا، انہوں نے عرض کیا ضرور مل جائے گا، چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب مولانا فرید الدین صاحب صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا، مگر کہیں دستیاب نہ ہوا، اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے، مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کیا، انشاء اللہ دہلی سے مل جائے گا، مولانا شاہ صاحب نے عرض کیا، جی ہاں تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے، پھر فرمایا زندگی میں پہلی بار کسی چیز کی خواہش کی تھی، وہ بھی پوری نہ ہوئی، اللہ اللہ بڑی بات فرمائی دراصل زندگی اس قسم کی خواہشات و تمنائوں سے بہت بلند و بالا رہی مگر اس وقت آخری بار خواہش فرمائی تھی تو کون کبہ سکتا ہے کہ اس خواہش میں سنت اسلاف اور طلب رشتہ الہی کا کہاں تک جذبہ تھا اور اپنی خواہش طبع کا کیا حصہ تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نا تو قوی کے لئے لکھنؤ سے گڑھی منگوائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد دین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سروا بھیجا، ہزار تکلیف کے باوجود بھی تین ہماروں کی تکلیف کا اس درجہ خیال ہوتا تھا کہ ہمہ وقت فریاد کرتے، تم لوگ عباد آرام کرو میں بالکل اچھا ہوں، ایک بار مات کو آنکھ کھل سب جمع تھے، نہایت بے چینی سے فرمایا، بھائی میں تو پریشان ہوں، تم لوگ کیوں اپنی نیند خراب کرتے ہو جاؤ سو جاؤ بعض اوقات جب زیادہ پریشان ہوتے تو وادی محترمہ سے فہلتے، دیکھو ان لوگوں سے کہہ دو کہ پہلے جائیں اور جا کر آرام کریں، ایک بار ان تک کسی طریقے سے خبر پہنچی کہ ارشد سلز مات کو ۳ بجے مسجد میں دیگر تلمیذین کے ساتھ دعائیں شریک ہوتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں، مولانا اسعد صاحب کو بلا کر سخت تاکید فرمائی کہ اس سے کہہ دو کہ یہ حرکتیں چھوڑ دے، اس کا کیا تمنا با جائی مجھے بچا نہیں سکتا اور اگر قسمت میں کچھ نہ ہوگا تو بھی جاگن فصول ہے، غرضیکہ اس طرح تین ہماروں کا خیال رکھتے، مگر پھر بھی بچے موجود ہی رہتے، اکثر اوقات بچوں میں سے عمارت سلیمان، منوانہ سلیمان موجود ہوتیں، آپ ان سے خلاق فرماتے، ایک بار منوانہ نے پوچھا کیا باجی آپ کس کی طرف ہیں، فرمایا میں تو عمارت کی طرف ہوں، مگر انہوں نے اسے ایک ٹماچہ مار دیا باجرت نے فوراً فرمایا، اب میں صلو کی طرف ہوں، کیونکہ عمارت نے اسے مار دیا ہے، اس طرح اپنا اور بچوں کا دل خوش کرتے رہتے، جی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کا طبعی طور پر ہمیشہ نمونہ دیکھنے میں آیا کہ اپنے بچوں کے ساتھ ملازموں کے بچوں سے برابر خلعت و مہربانی کا برتاؤ رکھتے تھے، دو بچے عبدالصمد اور شمس العارفین حضرت سے بہت مل گئے تھے، عبدالصمد کے بارے میں اکثر فرماتے یہ سینٹھ ہے اس کا نام مت لیا کرو، یہ سینٹھ ہے ایک بار شمس ادھر سے گزرا، دیکھتے ہی

وصال سے تین دن قبل تنفس اور سینے کے درد کی شکایت مطلق ختم ہو چکی تھی۔ اب عام خیال یہ تھا کہ بالکل صحت ہو چکی ہے، صرف کزوری باقی ہے، مگر آہ کے خیر تھی کہ حق تعالیٰ نے ہر طرح کے معمول سے معمولی تزکیہ کے بعد حیات مقدس کی شمع کی لو کو بھڑکا دیا ہے، ادب کچھ دیر بعد اس تاریک دور میں علم و عرفان کا یہ چارخہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو کر ہم پر کون کو تاریکی میں دھونچا چھوڑ دے گا۔
تین چار دن قبل از قلم تمام تمام چیزوں سے حضرت کو بالکل بے رغبتی ہو گئی تھی۔ پہلے معمولی طور پر ایک کچھ یا کچھ کم و بیش دینا نوٹس فرمایا کرتے تھے۔ مگر اب اصرار کے باوجود بھی اس کو قبول کرنے پر راضی نہ ہوتے، کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے گڑھی منگوائی گئی تھی، حضرت نے بھی آخر میں سروے کی خواہش کا

قصص الاکابر

المختصر المصغل

ج ۱

از: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

المکتبۃ الاشرفیۃ

جامعہ اشرفیہ ۵ فیروز پور روڈ لاہور
پاکستان

(۴۱) حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا، اس نے کہا کہ ذکر جہر میں قریبا ہے، فرمایا کہ ذکر جہر سے زیادہ تو ذکر خفی میں ہے، کیونکہ جہر میں تو لوگ یہ بھیجیں گے کہ قائل اللہ فریں ہی کر رہا ہے جو ہم بھی کر سکتے اور ذکر خفی میں یہ بھیجیں گے کہ آسمان، زمین، عرش، کرسی کی نیکر رہا ہے، اس میں تو اور رہا ہے، جلد مذکور ص ۱۲۲ م ۹۹

(۴۲) فرمایا کہ مولانا محمد منظر صاحب نام تو تھی، حضرت مولانا گنگوہی سے فرمایا کرتے تھے، کہ حدیث تو آپ کے سامنے آکر خفی ہو جاتی ہے، ان حضرات کو حدیث میں فتنہ نظر آتا تھا اور اہل نظر کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

بس کہ در جان نگار چشم بیدارم تویی
ہر چہ پیدای شود از دور پندارم تویی

(دعوات مہدیت جلد ہفتم ص ۱۱۰)

(۴۳) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کے دانت نہ رہے تھے، مگر قرآن شریف پڑھنے کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے دانت نہیں ہیں، احقر جامع، نے دریافت کیا کہ حضرت گنگوہی کی عمر کیا تھی، فرمایا، تقریباً ۸۰ سال کی تھی، ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنو لیجئے، فرمایا کیا ہو گا، دانت بنو اگر پھر بوئیاں چبانی پڑیں گی، دانت نہ بننے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے، نرم نرم غذا کھانے کو ملتا ہے، حضرت بڑے ہی ظریف تھے،

افاضات الیومیہ حصہ دوم ص ۱۲۲ م ۲۳

تمت

حصہ اول قلم بوا

حصه دوم فصل

قسط نمبر ۲۹

قال الله تعالى قولوا للناس حسناً
چون نص مزبور مخبر است از مطلوبیت کلمات حسنه
تکلفاً بالمطابقه واستماعاً و اشاعه بالالتزام و کراسته

الافاضات الیومیه من

الافادات القومیه

حصه دوم کارل

که حصه ایست از ملفوظات سراج الملة بمکیم الامة مولانا محمد اشرف علی
صاحب قدس الله سره مصداقی بود از اسمجین کلمات حسنه بنابر علیه
احقر ظهور الحسن ناظم مکتبه تالیفات اشرفیه تھانه بهون ضلع مظفر نگر
اشاعت کرد

(کتابخانه عبدالعزیز خوشنویس خوجی)

واقع ہوا یا غیر جمعہ کو ہر حالت میں حج کو حج اکبر کہیں گے۔ البتہ اس حج میں جو جمعہ کو واقع
 ہو ایک خاص فضیلت ضرور ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج بھی جمعہ ہی کو ہوا تھا۔
 ملحوظ: ایک صاحب کچھ پریشان تھے حضرت والا نے ان کو درود خریف کی تعلیم فرمائی اور
 فرمایا کہ درود سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی رفع ہوگی۔
 ملحوظ: فرمایا بدغالی سے اثر لینا چاہیے اس لئے کہ وہ یاس ہے اور یاس کی ممانعت ہے
 خلاف نیک غالی کے کہ وہ رجاء ہے اور رجاء کا حکم ہے۔ یہ فرق ہے فال صالح میں کہ جائز
 ہے اور طیرہ یعنی فال بد میں کہ ناجائز ہے ورنہ تاثیر کا اعتقاد دونوں جگہ ناجائز ہے۔
 ملحوظ: فرمایا پہلے بزرگوں کے اخلاق اس لئے بھی درست ہوتے تھے کہ ان کو بچپن میں
 اخلاق کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔
 ملحوظ: فرمایا پانچوں نمازوں کے بعد سر کے اوپر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار یا قوی پڑھنا
 حافظہ کے لئے نافع ہے۔
 ملحوظ: فرمایا خطرہ یعنی دساوس خواہ نفسانی ہوں یا شیطانی دونوں کا علاج ایک
 ہی ہے کہ اس طرف التفات نہ کیا جاوے۔
 ملحوظ: فرمایا مجھ کو میٹھے چاول دیئے گئے ہیں۔ چونکہ وہی ہیں
 ذرے ترشی ہوتی ہے اس لئے شیرینی سے مل کر لذت بڑھ جاتی ہے۔
 ملحوظ: فرمایا ہجکل اکثر لوگوں میں اس کی اہلیت ہی نہیں کہ ان سے کوئی کام لیا
 جاوے اور ایسے لوگوں کی اس عدم اہلیت کے علم کو بدگمانی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ سورطی
 منوع وہ ہے جس کا منشا کوئی دلیل صحیح نہ ہو لیکن اگر کسی کے عیب کا دلائل شرعیہ سے
 اس شخص کو علم ہو جائے تو یوں نہیں کہہ سکتے کہ اس شخص نے فلاں کی طرف سے بدگمانی کی

شیخ الاسلام مولانا محمد رفیع احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے

سفر نامہ مشرق اوسط

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد رفیع احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر نامہ مشرق اوسط اور اسیات
کی بارگاہ تہذیب و تمدن ہے۔ مولانا نے اپنے سفر کے دوران میں مشرق اوسط اور اسیات کی
ہر ایک سرحد سے ہر شہر اور ضلع کا تفصیل کی بنا پر جاوید داستان لکھی ہے۔
انقلاب کبیری نے مشرق اوسط کی ہر ایک طرف کو اپنے اثر و نفوذ میں لایا ہے۔
مشرق اوسط اب اسلامی ریاستوں کا سرزمین ہے۔

پیشکش: مولانا محمد رفیع احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
مطبع: دارالافتاء، لاہور

جوئے کی بنا پر مجھ کو مختلف تکالیف کا سامنا ہو مجھ کو اور میرے رفقا کو کھانے
 کی سخت تکلیف ہے ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں جس پر طبی حیثیت سے
 بھی ماذر نہ گمانی شمار کیا جاتا ہے، مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل
 خلاف ہے، مثال کے اگرچہ زندہ حیوان منگالے کی ہم کو اجازت دے دی گئی ہے
 مگر وہ اس قدر گراں ہے کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے
 میں بھی اکثر خرچ ہو گیا علاوہ اس کے دیگر اشیاء بھی ہماری طبیعت اور عادت
 کے موافق جس پر چارانشو و نما ہوا ہے یہاں پر میسر نہیں ہوتیں، لباس جو اسرار
 کو ملتا ہے اس سے بھی ہم نفع نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ ہماری وضع کے بالکل مخالف
 ہے ہم نے ایک سال سے زیادہ ہو چکا ہے فقط دو تین چیزیں ضروری لی ہیں اب
 تک ہم اپنا لباس جو چارے ساتھ تھا استعمال کرتے رہے، مگر وہ اب پرانا ہو گیا
 ہے اس لیے اس کا انتظام ہونا چاہیے ہم کو اس ممکن سے بدل کر دوسرے کمپ
 میں جانے کی ہرگز خواہش نہیں مگر البتہ ہم کو جو تکالیف ہیں ان کا دفعیہ کر دیا جائے
 یعنی پیشاب وغیرہ کے لیے کوئی قریب جگہ ہم کو بالفعل بنوا دی جائے اور ہماری
 آزادی یا انتقال مکانی کے لیے بہت جلد کوئی صورت پیدا کر دی جائے اس عرضی
 کو عربی اور انگریزی میں لکھوا کر کمانڈر کے پاس بھجوا دیا گیا اس سے دو ہی ایک دن
 پہلے یہ بھی واقعہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر نے بلا کر مولانا سے ان کی صحت وغیرہ کی نسبت پوچھا
 تھا اور کہا تھا کہ گورنمنٹ ہند سے حکم آیا ہے کہ آپ کی صحت کی تحقیقات کر کے ہیں
 اس کو اطلاع دوں اس سے بھی یہی امور کہ دیے گئے تھے۔

اس عرضی کے بعد فقط آٹا معادلہ ضرور ہوا کہ ایک لوہے کا پلنگ اور ذرا بڑھیا
 گدا مولانا کے لیے آیا اور ایک کوٹھڑی میں جس کا میں نشان پہلے دے چکا ہوں

قال صلى الله عليه وسلم - اذا آخى الرجل الرجل فليسأله عن اسمه واسم أبيه
و من هو فانه واصل للمودة - رواية الترمذی

پہلے حدیث موصوف وال است برمد غلیت معرفت احوال
مومن محبوب بواسطہ کام تعلقات قلوب۔ و جماعت از صلحاء وقت منقطع
بودند بہ محبت حضرت حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد
شیخ المشائخ مرشد العالم مولانا محمد اشرف علی صاحب تقاضوی حنفی ہشتی
صابری، امدادی سلمہ اللہ علام الغیوب۔ بنا بر مصلحت مذکورہ رسالہ
ملقب بلقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ ۱۳۵۲ھ

مستثنیٰ بہ

اشرف السنوارح

حصہ سوم

کہ مضاف ترکیبش مشیرست مضاف الیہ او
بقلم احقر عزیز الحسن افقر عبد الحق فرح اللہ عنہا الکروب۔ و اماط عنہا العیوب
و غفر لہا الذنوب۔ برعایت اختصار در ۱۳۵۲ھ نگاشته شد

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور

مجھ سے شاید موخر ہو جاوے وغیبِ خداوند میں مام طور پر اپنے تمام منتہین کو مگر خاص اُن دوستوں کو جن کی طبیعت پر میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو وصیت کرتا ہوں کہ میں آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار اُن کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو اُمید ہو کہ اُن کو تکلیف نہ ہوگی اور باقی اصل سپردگی خدا تعالیٰ کو کرتا ہوں۔ چونکہ احقر نے آخر رمضان ۱۳۳۷ھ میں ایک اور نکاح کیا ہے لہذا اس منکوحہ کے متعلق بھی مثل منکوحہ اولیٰ کے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ سب میں نہ ہوں یا خدا نخواستہ ان کی خبر گیری سے معذور ہو جاؤں تو خواہ دوسری کے لئے بھی میں روپیہ ماہوار کا انتظام کر لیں یا دس روپے (زائد) کا انتظام کر کے دونوں کو پندرہ پندرہ پیش کر دیں۔

۱۸۔ میں اپنے تمام منتہین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۃ یسین شریف یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر بخش دیا کرے۔ مگر اور کوئی امر خلاف سنت بدعات عوام و خواص میں سے نہ کریں۔

۱۹۔ حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اُسی وقت پیامِ اجل آجائے تو کوئی فکر اس تنا کا مقتضی نہ ہو۔ *لَوْ كُنَّا أَكْثَرُ نَجْوَى إِلَى أَحَبِّ قَرِيبٍ فَاَصْدَقَ وَالْكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ*۔ اور ہر وقت یہ سمجھیں۔

شاید ہمیں نفس نفس واپسین ہو

اد علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں۔ اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۲۰۔ خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے انھل و اکل اعتقاد رکھیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أرواحِ مُتَلَدِّث

مجموعة رسائل

رَوَايَاتُ الطَّيِّبِ
از مولانا قادی محمد طیب صاحب

امیر الروایات
از حضرت امیر شاہ خانصاحب

أَشْرَفُ التَّنْبِيهِ
عاشية

از حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی

ناشر

اسلامی اکادمی ناشر کتب اردو بازار لاہور

میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب فرمایا کہ کہیں سے لکڑی لاؤ۔
 مولوی محمود الحسن فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک لکڑی
 چھوٹی سی ملی۔ اس کی خبر کسی ذریعے سے لکھنؤ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محل کو
 ہو گئی۔ کہ مولانا نونو توئی کا جی لکڑی کو چاہتا ہے اس پر مولوی عبدالحی صاحب نے
 لکھنؤ سے مولانا کی خدمت میں بذریعہ ریلوے لکڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔

حاشیہ حکایت (۲۲۴) قولہ کہیں سے لکڑی لاؤ۔ اقول اس کو منافی زہد
 سمجھنا نقیض خلاف سنت ہے۔ خود احادیث میں بعض اشیا کی رغبت کا ظاہر حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ محققین کے نزدیک یہ اظہار احتیاج الی النعمۃ
 اعلیٰ درجہ کی عبدیت و محبت مع المنعم ہے (دشت)

حکایت (۲۲۵) خاں صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ مولانا نونو توئی نے فرمایا
 کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے اس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اور جو
 اس عرض سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے) گھر میں برکت ہو اور
 ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے اگرچہ
 وہ چار ہی پیسے ہوں۔

حاشیہ حکایت (۲۲۵) قولہ جو شخص ہم کو محتاج الخ اقول وجہ اس تفصیل
 کی یہ ہے کہ محتاج سمجھ کر دینا عادت ذلیل سمجھ کر دینا ہوتا ہے اور یہ آداب ہدیہ کے
 خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جائے۔ (دشت)

حکایت (۲۲۶) خاں صاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی کا مطبع میرٹھ
 میں تھا۔ اس زمانہ میں ان کے مطبع میں مولانا نونو توئی بھی ملازم تھے اور ایک
 حافظ صاحب بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے۔ زندانہ وضع تھی
 چوڑی دار پا جامہ پہنتے تھے۔ ڈاڑھی چڑھاتے تھے۔ نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔